5

اگر تم خلوصِ نیت سے دین کی خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہاری ساری ضروریات کا کفیل ہو جائے گا

دنیا اِس وقت اسلام کی طرف مائل ہے۔ پس آگے آؤ اور دیوانہ وار تبلیغ میں لگ جاؤ

(فرمودہ 3 فروری 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں یہ بات کہی تھی کہ ہمارے جامعۃ المبشرین کے طلباء اور دوسرے نوجوان اِس بات پر خاص طور پر غور کریں کہ جماعت کے دوستوں کو اشاعتِ اسلام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی طرف کیوں اتنی توجہ نہیں جتنی کہ ہونی چاہیے۔ میں نے بتایا تھا کہ عیسائیوں میں پادریوں کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ سے چلا آرہا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام پر اُنیس سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور پھر ان کا دین بھی ایسی باتوں پر مشتمل ہے کہ بعض اوقات ان کے بیان کرنے سے بھی انسان کو شرم آتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کتنا پُرحکمت مذہب ہے اور اس کی تعلیم کتنی اعلیٰ ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو متواتر خدمت کی توفیق نہیں ملتی اور عیسائیوں کو اپنے غلط اور کمزور عقیدہ کے باوجود دنیا کی

خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ اگر کسی جگہ ایک پادری مارا جاتا ہے تو اُسی دن تبلیغی انجمن کے مرکزی دفتر میں سینکڑوں تاریں پہنچ جاتی ہیں کہ ہم اُس کی جگہ پر جانے کے لیے تیار ہیں۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ چین میں کوئی مشنری عورت بُری طرح قتل کر دی گئی۔ جب یہ خبر اخبارات میں چھپی تو اُسی دن شام تک ہزاروں عورتوں کی تاریں پہنچ گئیں کہ ہم اس عورت کی جگہ جانے کے لیے تیار ہیں، ہمیں اُس علاقہ میں بھجوا دیا جائے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ روح نہیں پائی جاتی۔ اِسی طرح میں نے بتایا تھا کہ بعض دوسرے ممالک میں دنیوی حکومتیں بھی ایک ایک خاندان یا قوم میں سینکڑوں سال تک چلی جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاں سب انتظام عارضی ہوتے ہیں اور جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔

جہاں تک گزارے کا سوال ہے عیسائی پادریوں نے بھی وہی تعلیم حاصل کی ہوئی ہوتی ہے جو اُن کے دنیوی عہدیداروں نے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے لیکن پھر بھی پادریوں کو کم گزارے ملتے ہیں اور دنیوی عہدہ داروں کو اُن سے بہت زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں لیکن باوجود گزارہ کم ملنے کے پادریوں کی تعداد میں کمی نہیں آتی۔ اِس وقت پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں فرقوں کے ڈیڑھ لاکھ کے قریب پادری ہیں۔ ہم عیسائیوں کو خواہ کتنا ہی دنیادار کہیں اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں اپنے دین کی اشاعت کے لیے ڈیڑھ لاکھ پادری میسر آ رہا ہے لیکن مسلمانوں میں یہ روح نہیں پائی جاتی۔

میں نے جماعت کے نوجوانوں کو بالعموم اور جامعۃ المبشرین کے طلباء کو بالخصوص یہ توجہ دلائی تھی کہ وہ اس امر کے متعلق غور کریں اور سوچیں اور اپنی رائے سے مجھے بھی اطلاع دیں۔ چنانچہ میرے اُس خطبہ کے بعد جامعۃ المبشرین کے دو طلباء مجھ سے ملے اور انہوں نے اپنی رائے پیش کی۔ میں نے خیال کیا چلو شکر ہے میرے خطبہ کے نتیجہ میں کم از کم دو طلباء کو تو اس امر کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ لیکن اُن دونوں طلباء نے جو باتیں پیش کیں وہ اس سوال کا جواب نہیں تھیں جو میں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے جو باتیں کہیں وہ وہی تھیں جو میں نے خطبہ میں بیان کی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ اگر گزارہ کی کمی کی وجہ سے ہمیں واقفینِ زندگی نہیں ملتے تو عیسائیوں میں بھی دنیوی عہدیداروں کی تنخواہیں پادریوں سے

دسیوں گُنا زیادہ ہوتی ہیں۔ پھر وجہ کیا ہے کہ عیسائیوں کو پادری مل جاتے ہیں اور ہمیں نہیں ملتے۔ وہ اپنے مذہب کی خاطر اپنی نوکریاں ترک کر دیتے اور دین کی اشاعت میں لگ جاتے ہیں اور اُنیس سَو سال کے لمبے عرصہ میں انہیں ہر زمانہ میں ایسے لوگ ملتے چلے آئے ہیں۔ پھر وجہ کیا ہے کہ ہمیں مشکلات پیش آ رہی ہیں؟ اِس پر اُن طلباء میں سے ایک نے کہا کہ شاہدین کے گزارے بڑھا دیئے جائیں تو جماعت کے نوجوان وقف کی طرف آنے لگ جائیں گے حالانکہ خطبہ میں مَیں نے یہی کہا تھا کہ باوجود اِس کے کہ اسلام کی تعلیم نہایت اعلیٰ ہے اور اس میں روحانیت بھی پائی جاتی ہے یہاں گزارہ کا سوال کیوں باقی رہتا ہے اور عیسائیوں میں کیوں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا؟ یا تو یہ ثابت کیا جائے کہ عیسائیوں کو پادری اِس لیے مل جاتے ہیں کہ اُن کے ہاں پادری کو دنیوی عہدیداروں سے زیادہ گزارہ ملتا ہے اور اگر یہ ثابت نہ کیا جا سکے تو پھر اس اصول کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے بتایا کہ جن کالجوں میں پادری پڑھتے ہیں اُنہی کالجوں میں دنیوی عہدیدار پڑھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی دنیوی عُہدہ پر فائز ہو جاتا ہے مثلاً وہ ڈی۔سی بن جاتا ہے تو اسے دو تین ہزار روپیہ ماہوار مل جاتا ہے۔ بعد میں گورنر بن جائے تو اُس کی تنخواہ مثلاً آٹھ، دس ہزار روپیہ ماہوار ہو جاتی ہے لیکن پادریوں کو اتنا گزارہ نہیں ملتا۔ حالانکہ بعض دفعہ پادری ان عُہدیداروں سے تعلیم میں زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے ایڈمنسٹریٹو عُہدیداروں اور مبلغین کی تنخواہوں میں اتنا فرق نہیں جتنا فرق یورپ اور امریکہ میں ایڈمنسٹریٹو عُہدیداروں اور پادریوں کی تنخواہوں میں پایا جاتا ہے لیکن اِس کے باوجود ایک پادری جاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا آ جاتا ہے۔

غرض اُن دو طلباء نے وہی بات دُہرا دی جو میں خطبہ میں بیان کر چکا تھا یعنی آپ مبلغین کا گزارہ بڑھا دیں، واقفین خودبخود آنے لگ جائیں گے۔ حالانکہ اگر گزارہ بڑھا دیا جائے تو ہندوؤں اور عیسائیوں میں سے بھی لوگ تبلیغ کیلئے آ جائیں گے۔ایک طالب علم نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ چونکہ جامعۃ المبشرین کے طلباء اور تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کے وظائف میں فرق کیا جاتا ہے اس لیے جامعۃ المبشرین میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے طلباء

نہیں آتے۔ زیادہ وظیفہ ملنے کی وجہ سے وہ تعلیم الاسلام کالج میں چلے جاتے ہیں۔ جامعۃ المبشرین میں ایک طالب علم کو چالیس روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے اور تعلیم الاسلام کالج میں وظیفہ کا معیار پچھتر روپے ماہوار فی طالبعلم ہے۔ اگر وظیفہ کا معیار ایک کر دیا جائے تو جامعۃ المبشرین میں طلباء کثرت سے آنے لگیں گے۔ میں نے کالج کے پرنسپل کو بلایا اور اُن سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ بات سِرے سے ہی غلط ہے۔ تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کو وظیفہ ملتا ہی نہیں۔ جو لڑکا زندگی وقف کر کے آتا ہے اور تحریکِ جدید اُس کے لیے تعلیمی وظیفہ منظور کرتی ہے اُسے جامعۃ المبشرین میں بھیج دیا جاتا ہے وہ کالج میں داخلہ کے لیے آتا ہی نہیں۔ اس لیے یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا کہ کالج کے طلباء کو پچھتر روپے ماہوار کے حساب سے وظیفہ دیا جاتا ہے اور جامعۃ المبشرین کے طلباء کو چالیس روپے ماہوار کے حساب سے۔ میں نے جامعۃ المبشرین کے ایک اُستاد کو اِس بات کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ وکالتِ تعلیم میں جائے اور اُن سے وظائف کی لسٹ لائے تا میں معلوم کر سکوں کہ وہ کونسے طلباء ہیں جن کو زیادہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ درحقیقت اِس قدر وظیفہ یہاں کسی کو دیا ہی نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ وظائف غالبًا یونیورسٹی میں فرسٹ اور سیکنڈ آنے والوں کو جوبلی فنڈ سے دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی پچھتر روپیہ ماہوار نہیں بلکہ چالیس یا پچاس روپے ماہوار ہیں۔

پس سوال تو پھر بھی باقی رہا کہ عیسائیوں میں یہ کیوں سوال پیدا نہیں ہوتا کہ انہیں ایڈمنسٹریٹو سائڈ والوں سے کم تنخواہیں یا وظائف ملتے ہیں حالانکہ ایڈمنسٹریٹو سائڈ والے ملازمین بھی عمومًا اُنہی کالجوں کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں جن میں پادری تعلیم حاصل کرتے ہیں اور انہیں پادریوں کے مقابلہ میں دس دس گُنا زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں۔ پس اِن دونوں طلباء نے وہی بات دُہرا دی جو میں نے خطبہ میں بیان کی تھی کوئی نئی بات انہوں نے پیش نہیں کی۔ بہرحال ہمیں سوچنا چاہیے کہ اِس نقص کی وجہ کیا ہے؟ آخر پہلے ہمیں بِلا تنخواہ کام کرنے والے ملتے رہے ہیں یا نہیں؟ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کو کونسی تنخواہ ملتی تھی؟ حضرت عمرؓ کو کونسی تنخواہ ملتی تھی؟ پھر باوجود کوئی تنخواہ نہ ملنے کے انہوں نے عظیم الشان کام کیا۔ ہمارے سلسلہ کی ابتدائی تاریخ کو بھی دیکھا جائے تو ایسی کئی مثالیں مل جاتی ہیں۔ میں نے بتایا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کو

غالبًا سَو روپیہ ماہوار ملتا تھا۔ حالانکہ وہ ایم۔اے تھے اور پھر وکیل بھی تھے اور ایک کالج میں پروفیسر کے طور پر کام بھی کر چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی تنخواہ کم ہونے کی شکایت نہیں کی تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اب نوجوانوں میں تنخواہ کا زیادہ احساس پیدا ہو گیا ہے۔

پھر ایک طالبعلم نے یہ بات بھی کہی کہ چونکہ بڑے آدمیوں کے بچے زندگی وقف کر کے نہیں آتے اِس لیے جماعت کے نوجوانوں کو وقف کی طرف کم توجہ ہے۔ میں نے کہا تمہارے نزدیک بڑے ہونے کا کیا معیار ہے؟ میں اِس وقت خلیفہ ہوں اور جماعت میں سب سے بڑا آدمی ہوں۔ میرے بائیس بچے اور داماد واقفِ زندگی ہیں۔ اگر انہیں دیکھ کر بھی نوجوانوں کو وقف کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوئی تو یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ چودھری اسداللہ خاں یا عبداللہ خاں کا لڑکا اگر زندگی وقف کرے تو نوجوانوں کو وقف کی طرف توجہ ہو جائے گی۔ غرض بات چکر کھا کر پھر وہیں آ جاتی ہے کہ نوجوانوں کو وقف کی طرف کیوں توجہ نہیں جبکہ اِس وقت دنیا تبلیغ کی محتاج ہے۔ اور یہی وہ سوال تھا جس کے متعلق میں نے نوجوانوں کو توجہ دلائی تھی کہ انہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔ مگر انہوں نے اس پر صحیح طور پر غور نہیں کیا۔

میں اِس موقع پر ہائی سکول کے طلباء سے بھی کہتا ہوں کہ انہیں ایسے خیالات سے متأثر نہیں ہونا چاہیے۔ اسکول کے طلباء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا اخلاص پایا جاتا ہے اور ان کی اخلاص بھری چِٹھیاں میرے پاس آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں کی نقل نہ کریں جن کا نمونہ بعض شاہدین نے دکھایا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جامعۃ المبشرین کے بعض اساتذہ نے بھی مجھے لکھا تھا کہ شاہدین کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں پھر دیکھیں کہ جماعت میں وقف کی کتنی رغبت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ دین کی خدمت کرنے والوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بڑا کام کیا ہے لیکن سلسلہ کی طرف سے انہیں کوئی تنخواہ نہیں ملا کرتی تھی۔ تم حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی زندگی کو دیکھ لو، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو دیکھ لو۔ اِن لوگوں کو کوئی گزارہ نہیں ملتا تھا مگر پھر بھی انہوں نے دین کی عظیم الشان خدمت کی۔ مولوی عبدالکریم صاحب اتنے پایہ کے عالم تھے کہ سارے ضلع

سیالکوٹ میں آپ کے شاگرد پائے جاتے تھے مگر اُن کا یہ حال تھا کہ وہ جب ہجرت کر کے قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کمرہ میں پڑے رہتے تھے۔ لنگر سے دو وقت کا کھانا آجاتا تھا اور اُس پر گزارہ کرتے تھے۔ کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ بعض دفعہ اُن کی حالت دیکھ کر کوئی دوست انہیں کوٹ اور دوسرے کپڑے بنا دیتے اور وہ پہن لیتے۔ گویا بغیر کسی تنخواہ کے ساری عمر گزارہ کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرائیویٹ سیکرٹری بنے رہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کو دیکھا جائے تو وہاں بھی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر دین کے ہو گئے تھے۔ اور عیسائیوں میں تو اب تک یہ نمونہ موجود ہے اور میں نے جماعت کے نوجوانوں سے یہی دریافت کیا تھا کہ اب وہ نمونہ کیوں قائم نہیں رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں کو صرف ان لوگوں سے نمونہ حاصل کرنا چاہیے جو سادہ ہیں اور دعائیں کرنا جانتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے مسلمانوں کا اِحیاء وابستہ ہے۔ پرانے زمانہ کے بزرگوں میں سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو لے لو۔ انہیں کونسی تنخواہ ملتی تھی لیکن اِس کے باوجود انہوں نے دیوبند کا کالج بنایا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے شاہدین میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اسکول بنائے ہیں؟ اگر وہ دیوبند جیسا اسکول نہیں بنا سکتے تو اس سے ہزارواں حصہ کم حیثیت کا اسکول ہی بنا دیں۔ مگر ہمارے شاہدین میں اِس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ اِن لوگوں کی نظر پیسوں پر ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی نظر پیسوں پر نہیں بلکہ خداتعالیٰ پر تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی تعلیم پھیلانے سے انہیں ثواب ملے گا اور خداتعالیٰ کی رضا انہیں حاصل ہو گی۔ اِس کی وجہ سے خداتعالیٰ خود اُن کے گزارے کا سامان پیدا کر دیتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ فلاں رئیس نے آپ کو نذرانہ بھیجا ہے اور اُس نے مثلاً تین سَو روپیہ انہیں دیا انہوں نے کہا یہ میرا نذرانہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ قرض خواہ پاس کھڑا ہے اور اسے میں نے تین سَو تیرہ روپے دینے ہیں۔ اگر خداتعالیٰ نے مجھے کوئی رقم دینی تھی تو وہ تین سَو تیرہ روپے ہونی چاہیے تھی تین سَو کیوں ہوئی۔ اُس نے گھبرا کر جیب میں

ہاتھ ڈالا اور کہا مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، وہ نذرانہ آپ کا نہیں بلکہ یہ ہے۔ اور دوسرے نذرانہ میں تین سَو تیرہ روپیہ کی ہی رقم تھی۔ دراصل بات یہ ہوئی کہ اُس نے دو مختلف اشخاص کو روپے بھجوائے تھے۔ پیغامبر نے غلطی سے دوسرے کا روپیہ انہیں دے دیا۔ انہوں نے گِنا تو واپس کر دیا اور کہا کہ یہ میرا روپیہ نہیں ہوسکتا۔ مجھے اِس سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اُس نے گھبرا کر پھر جیب میں ہاتھ ڈالا تو اُن کا نذرانہ نکل آیا جو عین ان کی ضرورت کے مطابق تھا۔ تو جو لوگ خداتعالیٰ کے ہو جاتے ہیں انہیں تنخواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غیب سے روزی بھیجتا ہے اور اُن کی خود مدد کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ 1 کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ پس جو شخص خداتعالیٰ کے دین کا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی ضرورت کو خود پورا کرتا ہے۔ پس اگر تم ایماندار بن جاؤ تو اِس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ تمہیں زیادہ تنخواہ ملے۔ تم ایماندار بن جاؤ گے تو خداتعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے رزق بھجوائے گا اور تمہاری ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا۔

میں نے بتایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول قادیان میں ہجرت کر کے آ گئے تو باوجود اِس کے کہ آپ کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی خداتعالیٰ خود آپ کو غیب سے رزق بھیج دیتا تھا اور اِتنا بھیجتا تھا کہ آپ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں بڑا امیر ہوں۔ ایک دن بھائی شیر محمد صاحب جو مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ (امیر جماعت احمدیہ قادیان) کے ہم زُلف ہیں امرتسر گئے اور وہاں سے بچوں کے لیے کھلونے لے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا لڑکا عبدالحی مرحوم بازار گیا تو اُس نے بھائی شیر محمد صاحب سے ایک کھلونا لے لیا۔ ایک دن بھائی شیر محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ میاں عبدالحی مجھ سے ایک کھلونا لائے تھے اُس کی قیمت چاہیے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے میری طرف دیکھا اور فرمایا میاں! یہ لوگ مجھے لُوٹنے کے لیے اِس قسم کی اشیاء لے آتے ہیں ورنہ یہاں میرے سوا اَور کون ایسا شخص ہے جس کے بچے اِس قسم کی چیزیں خرید سکتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ

آپ کو غیب سے اِس قدر دیتا تھا کہ آپ کے دل میں بھی اپنے امیر ہونے کا احساس پیدا ہو گیا تھا حالانکہ آپ خدا تعالیٰ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر قادیان آ گئے تھے۔

پس تم اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو اور یہ فکر نہ کرو کہ تمہاری تنخواہیں تھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو گے تو تمہاری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وہ خود غیب سے سامان کر دے گا۔ مومن مانگا نہیں کرتا مگر اُس کی ضروریات اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح پوری کر دیتا ہے۔ میرا شروع سے ہی یہ طریق رہا ہے کہ میں کسی سے مانگتا نہیں۔ جماعت کے امیر اور تاجر بعض دفعہ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ کو آپ کی پسند کی کوئی چیز بطور نذرانہ دیں اِس لیے آپ اپنی پسند کی کوئی چیز بتائیں تا کہ ہم اپنی خواہش کے مطابق وہ چیز آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ میں انہیں یہی کہتا ہوں کہ یہ بات غلط ہے کہ میں آپ کو کوئی چیز لانے کے لیے کہوں۔ یہ تو ایک قسم کا مانگنا ہو جائے گا اور مومن کسی سے مانگتا نہیں۔ اگر میں آپ کو اپنی پسند کی کوئی چیز لانے کے لیے کہوں گا تو آپ کو مجھ سے اس کی قیمت لینی پڑے گی۔ لیکن باوجود اِس کے کہ میں نے لوگوں سے کبھی نہیں مانگا خدا تعالیٰ مجھے غیب سے دیتا ہے۔

تقسیمِ ملک کے بعد ہم قادیان سے نکلے تو میری سب جائیداد وہیں رہ گئی اور بظاہر گزارہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لیکن یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ اُس نے 1915ء میں مجھے خواب میں اشارہ کیا کہ میں سندھ میں زمین خریدوں۔ سندھ میں جب زمین نکلی تو میرے پاس رقم نہیں تھی لیکن خدا تعالیٰ نے جماعت کے دو پنشنر دوست میرے پاس بھیج دیئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ریلوے ڈیپارٹمنٹ یا پوسٹ آفس سے اِس قدر رقم ملی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہ رقم کچھ عرصہ کے لیے استعمال کر لیں۔ چنانچہ میں نے وہ رقم لے لی۔ اس وقت زمین بہت سَستی تھی۔ میں نے اُس روپیہ سے سندھ میں زمین خرید لی۔ اب بیماری میں بعض دفعہ گھبراہٹ ہوتی ہے کہ اُس زمین کو کون سنبھالے گا کیونکہ مجھے بچوں میں اتنی قابلیت نظر نہیں آتی کہ وہ اُس کو پوری طرح سنبھال سکیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سامان دیکھو کہ اُس نے ایک طرف تو زمین خریدنے کی طرف رؤیا کے ذریعہ توجہ دلائی اور

دوسری طرف دو دوست بھیج دیئے جنہوں نے کچھ عرصہ تک استعمال کرنے کے لیے مجھے روپیہ دے دیا اور بعد میں خداتعالیٰ نے انہی زمینوں میں اتنی برکت دی کہ تقسیمِ ملک کے بعد جب گزارہ کی کوئی اَور صورت نہیں تھی تو ان کی آمد سے خداتعالیٰ تمام ضروریات پوری کرتا رہا۔ اب دیکھ لو! یہ یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡ اِلَیۡھِمۡ مِّنَ السَّمَاءِ والا ہی معاملہ ہے۔

جب ہم قادیان سے آئے تو میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ تمہیں لنگر سے اُسی قدر کھانا ملے گا جس قدر دوسروں کو ملتا ہے۔ اُن دنوں میں نے یہ ہدایت دی ہوئی تھی کہ مالی تنگی کی وجہ سے صرف ایک ایک روٹی فی کَس دی جائے اور گھر والوں کو بھی میں نے کہا کہ تمہیں بھی ایک ایک روٹی فی کَس ملے گی۔ ایک دن میرا پوتا انس احمد روتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ کہتا ہے ایک روٹی سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں نے کہا میں نے تو ایک ہی روٹی دینی ہے۔ اگر اس کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا تو مجھے آدھی روٹی دے دیا کرو اور میری آدھی روٹی اسے دے دیا کرو۔ اِس طرح میں آدھی روٹی میں گزارہ کر لیا کروں گا اور یہ ڈیڑھ روٹی کھا لیا کرے گا۔ جب مہمانوں کے لیے ایک روٹی کی شرط اُڑ جائے گی تو پھر میں گھر والوں کے لیے بھی فی کَس روٹیوں کی تعداد بڑھا دوں گا۔ لیکن جب تک مہمانوں کے لیے ایک روٹی کی شرط نہیں اُڑتی اسے میری روٹی کا نصف حصہ دے دیا کریں۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور نہ صرف سندھ کی زمینوں کی پیداوار اچھی ہوگئی بلکہ خداتعالیٰ نے آمد کے اَور رستے بھی کھول دیئے۔

پھر دیکھ لو یہاں آئے تو شروع شروع میں صدر انجمن احمدیہ نے کچے مکانات بنا کر دیئے لیکن مجھے اپنے خاندان کے لیے مستقل مکانات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور اُس نے غیب سے روپیہ کا انتظام کر دیا۔ اِس وقت میرے دس پختہ مکان بن چکے ہیں۔ میری چار بیویاں ہیں، تیرہ لڑکے ہیں اور نو لڑکیاں ہیں۔ اس لیے مجھے چھبیس مکانات کی ضرورت ہے۔ صدر انجمن احمدیہ نے ناظروں کے لیے آٹھ مکانات بنوانے ہیں لیکن وہ ابھی تک نہیں بنا سکی۔ لیکن میں نے چھبیس بنانے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ خداتعالیٰ اِس قدر رقم مجھے کہیں نہ کہیں سے دے دے گا جس سے چھبیس مکانات بن جائیں گے۔ کیونکہ وہ بغیر

حساب کے دیتا ہے۔ میں جب بھی اپنے اخراجات اور آمد کا حساب لگاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگلے ماہ کے اخراجات کے لیے روپیہ نہیں۔ لیکن پھر استغفار کرتا ہوں اور اعداد و شمار کا خیال دل سے نکال دیتا ہوں تو خداتعالیٰ روپیہ بھیج دیتا ہے۔

پس تم مومن بنو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے رزق دے گا ورنہ لالچی کا پیٹ دنیا میں کوئی نہیں بھر سکتا۔ ہاں! لالچ کو دل سے نکال دو تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات پوری کرنے کا سامان غیب سے کر دے گا۔ صدرانجمن احمدیہ کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ پیٹ خداتعالیٰ ہی بھرتا ہے اور وہ بھی اِس طرح کہ وہ دل سے لالچ کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے میرے آٹھ دس سال کی عمر کے پوتے کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا تھا لیکن میرا پیٹ آدھی روٹی سے بھر جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری اشتہا 2 آدھی روٹی میں ہی پوری کر دیتا تھا۔ غرض خداتعالیٰ کے طریق نرالے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب وفات پائی تو میرے گھر میں سوائے نصف وسق جَو کے اَور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی مگر اُسی نصف وسق جَو میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت پیدا کی کہ میں ایک عرصہ دراز تک اُس میں سے کھاتی چلی گئی۔ آخر ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ تول کر دیکھوں کہ کتنے جَو ہیں۔ جب میں نے انہیں تولا تو اُس کے بعد وہ جَو ختم ہو گئے۔ 3

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی اِس قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ آپ اکثر مشک استعمال فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بھی اخبار میں اعلان شائع کرایا ہے کہ مجھے خالص مشک کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جہاں مشک دستیاب ہوسکتا ہے اگر وہ خالص مشک کے تین چار نافے 4 خرید کر بھجوا دیں اور مجھے قیمت کی اطلاع دے دیں تو میں اُن کو قیمت بھجوا دوں گا کیونکہ آجکل مجھے شدید سردی محسوس ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مشک کھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی سردی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے آپ بھی مشک کھایا کرتے تھے۔ آپ مشک کی ایک شیشی بھر کر جیب میں رکھ لیتے اور ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شیشی دو دو سال تک چلی جاتی ہے لیکن جب خیال آتا ہے کہ مشک تھوڑی رہ گئی

ہوگی اور شیشی دیکھتا ہوں تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو غیب سے رزق بھیجتا ہے اور اس کے رزق بھیجنے کے طریق نرالے ہیں۔ پس تم اس ذات سے مانگو جس کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔ انجمن سے کیوں مانگتے ہو جس کے پاس اتنی رقم ہی نہیں کہ وہ تمہارے گزارے بڑھا سکے۔پس تم خدا پرست بن جاؤ خداتعالیٰ غیب سے تمہیں رزق بھیج دے گا۔ صدرانجمن احمدیہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ وہ تمہیں زیادہ گزارے دے سکے۔ آخر اس کے پاس جو روپیہ آتا ہے وہ جماعت کے چندوں سے ہی آتا ہے اور وہ اِس قدر زیادہ نہیں ہوتا کہ شاہدین کو زیادہ گزارے دیئے جاسکیں۔ پھر صدرانجمن احمدیہ کیمیاگر نہیں اور نہ ہی وہ ملمع ساز ہے کہ خود سکّہ کو سونا بنالے یا ملمع کر کے روپیہ دے دے۔ خداتعالیٰ روپیہ بھیجے گا تو اس نے اسے خزانہ میں محفوظ نہیں رکھنا۔ اس نے بہرحال اسے خرچ کرنا ہے۔اس لیے جب اس کے پاس کافی روپیہ آئے گا تو وہ تمہارے گزارے بھی بڑھا دے گی لیکن پھر بھی اصل طریق یہی ہے کہ تم خداتعالیٰ سے مانگو جس کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ خداتعالیٰ جماعت کے خزانہ میں روپیہ لائے گا تو وہ تمہیں بھی گزارے دے گی۔ آخر وہ کون بیوقوف ہے جو خزانہ میں روپیہ ہوتے ہوئے بھی کارکنوں کو اچھے گزارے دینے میں کوتاہی کرے گا۔

پچھلے دنوں میں نے اندازہ لگایا تو جماعت کے دوسَو مبلغ تھے اور دوسَو کے قریب یہاں کلرک وغیرہ ہیں اور انجمن کی کُل آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ اِس دس لاکھ میں سے اس نے چارسَو کارکنوں کو گزارے دینے ہیں۔ پھر دوسرے ادارے بھی ہیں جن کے اخراجات اسے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً کالج ہیں، اسکول ہیں، لنگرخانہ ہے، ہسپتال ہے۔ اگر صدرانجمن احمدیہ اپنے چار سَو کارکنوں کو پچاس پچاس روپیہ ماہوار بھی دے تو اسے صرف تنخواہوں کے لیے بیس ہزار روپیہ ماہوار چاہیے۔ گزارے بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ چندے بڑھیں۔ اور چندے اِس صورت میں بڑھ سکتے ہیں کہ چندہ دینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ میں نے ایک دفعہ مبلغوں سے دریافت کیا کہ اُن کے ذریعہ سال میں کتنے افراد احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔تو ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کے ذریعہ سال بھر میں کوئی

فرد بھی احمدیت میں داخل نہیں ہوا تھا یا پھر ایک ایک آدمی نے اُن کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ اب اگر ایک مبلغ سال میں ایک آدمی احمدیت میں داخل کرے تو صرف پاکستان کی آبادی آٹھ کروڑ ہے جس کے لیے ہمیں آٹھ کروڑ مبلغین کی ضرورت ہوگی اور ان مبلغین میں سے ہر ایک کو اگر پچاس روپے ماہوار دیئے جائیں تو اس کے لیے چار اَرب روپیہ درکار ہوگا اور صدرانجمن احمدیہ کی کُل آمد دس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ پھر سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم تبلیغ نہیں کر سکتے ہمیں صرف روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر ہمیں روپیہ ملے گا تو ہم تبلیغ کریں گے ورنہ نہیں۔ غرض دو باتوں میں سے کوئی بات قبول کرلو۔ یا تو کہہ دو کہ ہمیں دین سے کوئی غرض نہیں اور یا پھر تنخواہوں کی پروا نہ کرتے ہوئے کام کرتے چلے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ اگر تم دین کی خدمت نہیں کرو گے تو خدا تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لیے اُن سیدھے سادے لوگوں کو کھڑا کر دے گا جو شاہدین میں سے نہیں لیکن انہیں خدا اور اُس کے رسول سے سچی محبت ہے اور وہ اُن سے کام لینا شروع کر دے گا۔

میں نے کئی بار سنایا ہے کہ ہماری جماعت میں ایک دوست شیر محمد صاحب تھے جو اِکّا چلایا کرتے تھے۔ وہ ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تعلیمی لحاظ سے اُن کی یہ حالت تھی کہ نہ اُنہیں پڑھنا آتا تھا اور نہ وہ لکھنا جانتے تھے۔ لیکن اُن کے ذریعہ چالیس پچاس آدمی احمدیت میں داخل ہوئے تھے حالانکہ اِس وقت بعض مبلغ صرف ایک ایک آدمی سال میں احمدیت میں داخل کرتے ہیں۔ گویا ایک مبلغ کو ہم پانچ چھ سال تک پڑھائیں اور پھر اُسے پچاس روپیہ ماہوار دیں اور چالیس سال تک اسے اس حساب سے تنخواہ دیتے چلے جائیں تب کہیں اس کے ذریعہ اُتنے آدمی احمدیت میں داخل ہوں گے جتنے ایک اَن پڑھ شیر محمد کے ذریعے احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ اُن کا طریق یہ تھا کہ وہ "الحکم" خرید لیتے اور اِکّا کی سواریوں میں سے اگر کوئی تعلیم یافتہ اور لکھا پڑھا آدمی نظر آتا تو اُسے وہ اخبار دے دیتے اور کہتے کہ بھائی! آپ پڑھے لکھے ہیں ذرا یہ اخبار مجھے سنا دو۔ وہ "الحکم" لے لیتا اور شیر محمد کو سناتا جاتا اور دل ہی دل میں احمدیت کا قائل ہوتا جاتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مسافر اپنے گاؤں پہنچا اور اس نے شیر محمد صاحب سے دریافت کیا کہ بھائی! مجھے اس اخبار کا پتا لکھا دو، کہاں سے

نکلتی ہے اور یہ کن لوگوں کی اخبار ہے، اس میں بڑی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ ان سے پتا حاصل کر کے بیعت کا خط لکھ دیتا۔

اِسی طرح میں نے مولوی محمد عبداللہ صاحب کا واقعہ سنایا تھا۔ خود وہ بہت سادہ تھے اور زمیندار تھے۔ ایک دفعہ میں نے جلسہ میں تقریر کی کہ جماعت کا ہر شخص سال میں ایک ایک احمدی بنائے۔ اس کے بعد ملاقات کا وقت آیا تو مولوی محمد عبداللہ صاحب نے مجھ سے کہا آپ نے تقریر میں ایک ایک احمدی بنانے کی تحریک کی تھی لیکن میں ایک احمدی نہیں بناؤں گا بلکہ ایک سَو احمدی بناؤں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا! سال بھر کے بعد وہ دوسرے جلسہ پر آئے تو اُن کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ اُس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے حضور! دفتر سے دریافت فرمائیں ننانوے احمدی میں پہلے بنا چکا ہوں اور اب یہ سواں احمدی ہے، اس کی بیعت قبول فرمائیں۔ اب دیکھو! ایک سادہ زمیندار تو سال میں سَو سَو احمدی بناتا ہے اور مبلغ جو تنخواہ دار ہے اور پھر تنخواہ کم ہونے کا شاکی ہے سال میں صرف ایک احمدی بناتا ہے۔ اگر یہی صورت رہی تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے صرف پاکستان کے لیے ہمیں آٹھ کروڑ مبلغین کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ آٹھ کروڑ ہم کہاں سے لائیں گے۔

آج ہی ایک امریکن نوجوان کا خط آیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہر ملک میں تبلیغ کے لیے دو قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو ''پائونیر'' (Pioneer) ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں جو تعلیم و تربیت کا کام کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ابھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ''پائونیر'' یعنی ابتدائی طور پر زمین صاف کرنے والے ہوں۔ جیسے مفتی محمد صادق صاحب تھے یا صوفی مطیع الرحمان صاحب تھے۔ یہ لوگ احمدیت کے لیے زمین ہموار کرنے والے تھے۔ پھر اُس نے لکھا کہ یہاں اِس وقت رومن کیتھولک فرقہ کے لوگوں میں تبلیغ کا بڑا جوش پایا جاتا ہے۔ ویسے پروٹسٹنٹ فرقہ کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن کیتھولک عیسائی لوگوں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور دروازے کھٹکھٹا کر پمفلٹ دے آتے ہیں اور اِس مُہم کے نتیجہ میں پچھلے چند مہینوں میں لاکھوں لوگ اس فرقہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں جو آرام سے مسجد میں بیٹھ جائیں اور ہمیں کہیں آؤ اور

ہم سے پڑھو۔ ہمیں وہ آدمی بھیجیں جو لوگوں کے مکانوں پر جا جا کر تبلیغ کریں۔ ایسے آدمی نہ بھیجیں جو مدرّس ٹائپ کے ہوں اور وہ یہاں آ کر کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔ اس وقت اگر تبلیغی مُہم کو تیز کیا جائے تو ہزاروں لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن رومن کیتھولک ہو جانے کے بعد انہیں واپس لانا مشکل ہو گا۔ یہاں چودھری فتح محمد صاحب نے بھی تبلیغ کا بڑا اچھا کام کیا ہے۔ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سات آٹھ سَو احمدی بنا چکے ہیں اور یہ سب لوگ زمیندار ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کا کام روز بروز بڑھ رہا ہے۔ دوسرے مبلغ بھی لوگوں کے گھروں پر جائیں، اُن سے دوستیاں قائم کریں اور انہیں جماعت کا لٹریچر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ کامیاب نہ ہوں۔

میں ایک دفعہ ڈلہوزی گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں پادری فرگوسن صاحب آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سیالکوٹ شہر میں ''مرے کالج'' قائم کیا تھا اور خود ایم۔اے تھے اور اُس وقت ان کی عمر پچھتر سال کی تھی۔ مگر اس عمر میں بھی وہ ایک ہاتھ میں سوٹی پکڑ لیتے اور دوسرے ہاتھ میں پمفلٹ اُٹھا لیتے اور سارا دن بازاروں اور محلوں میں گھوم کر ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کرتے رہتے۔ ہمیں ابھی سے اس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ امریکہ سے یہی مطالبہ آیا ہے کہ ہمیں پائونیرز (Pioneers) کی ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں مدرّسوں کی ضرورت نہیں، مدرّسوں کی ضرورت کچھ عرصہ بعد ہو گی۔ اب وقت ہے کہ جتنے آدمیوں کو مسلمان بنایا جا سکے بنا لیا جائے ورنہ انہیں دوسرے مذاہب والے لے جائیں گے۔

مفتی محمد صادق صاحب شروع سے ہی کمزور صحت کے تھے لیکن انہیں یہ خصوصیت حاصل رہی ہے کہ وہ جہاں بھی گئے خدا تعالیٰ نے ان کے کام میں برکت دی اور جو کام بھی ان کے سپرد کیا گیا وہ انہوں نے بڑے شوق سے کیا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہمیں ایک ایسے دوست کی ضرورت ہے جو عبرانی پڑھا ہوا ہو، تا کہ عبرانی تورات کا بھی مطالعہ کیا جا سکے۔ مفتی صاحب نے فوراً عبرانی سیکھنے کا تہیہ کر لیا۔ انہوں نے لاہور شہر میں عبرانی جاننے والے کی تلاش کی تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک یہودی طوائف کا بھائی عبرانی پڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب اس یہودی طوائف کے پاس گئے اور اس کی

معرفت اس کے بھائی سے دوستی پیدا کی اور اس سے عبرانی پڑھنے لگ گئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا کہ مفتی صاحب! مجھے بھی کسی کاغذ پر عبرانی کے کچھ الفاظ لکھ دیں تا کہ میں بھی انہیں سیکھنے کی کوشش کروں۔ غرض بعض لوگوں میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ مجنونوں کی طرح کام کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔تم بھی اسی طرح کام کرو۔ پھر دیکھو تمہارے کاموں میں خودبخود برکت پیدا ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ تمہیں غیب سے رزق دینا شروع کر دے گا۔

لوگوں کے قلوب اس وقت دین کی طرف مائل ہیں اور وہ ہم سے مبلغین مانگ رہے ہیں۔ لیکن ایسے مبلغین کی ضرورت ہے جو دنیا کے پیچھے نہ پڑیں بلکہ دیوانہ وار تبلیغ کا کام کریں۔ مجھے درد صاحب کا ایک خط اُن کی وفات سے کچھ دن پہلے ملا جو اُن کا آخری خط تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ میں اپنا کوئی بیٹا خدمتِ دین کے لیے وقف کروں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک ان میں سے کوئی بھی اس قابل نظر نہ آیا۔ اب میں اپنے فلاں بچے کو وقف کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد ان کے دس گیارہ بچوں اور بچیوں کی طرف سے خطوط آ گئے کہ ہمیں وقف میں قبول فرمائیں۔ ہمارے والد صاحب کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ ہم اپنی زندگی وقف کریں۔ اس لیے ہم ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ گویا ایک ہی گھر سے دس گیارہ درخواستیں وقف کی آ گئیں۔ کیا ان لوگوں کی ضروریات نہیں؟ خود درد صاحب کو دیکھ لو جیسا کہ میں نے بتایا تھا وہ ایم۔اے تھے اور سب ججی کے لیے انہیں آفر (Offer) آ چکی تھی لیکن پھر بھی وہ سلسلہ کی خدمت کے لیے آ گئے۔ ان کے والدین کی حیثیت اکثر طلباء کے والدین کی حیثیت سے اچھی تھی۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی ساری زندگی غربت میں گزار دی اور دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ پھر فوت ہونے سے قبل انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اپنی اولاد کو وقف کرنا چاہتا ہوں اور ان کی وفات کے معاً بعد ان کے قریباً سب بچوں نے زندگیاں وقف کر دیں۔

پس اللہ تعالیٰ کا کام تو ہو کر رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ کون شخص اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ

میں شامل ہوتا ہے اور کون مصائب کا عرصہ گزر جانے کے بعد آتا ہے۔ اگر قربانیوں کا دَور گزر جانے کے بعد کوئی شخص آتا ہے تو اسے وہ برکت نہیں مل سکتی جو مصائب اُٹھا کر آنے والوں کو ملے گی۔

میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی کہ میں نے ایک رؤیا دیکھی۔ اُس رؤیا کا نظارہ اب بھی میرے سامنے ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس گلی میں جو اِس وقت مدرسہ احمدیہ اور دکانوں کے درمیان ہے لوگ کبڈی کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف احمدی ہیں اور دوسری طرف غیراحمدی ہیں۔ احمدیوں کی جو سائیڈ ہے اُس کا کپتان میں ہوں اور غیراحمدی کھلاڑیوں کے کپتان مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ جب کبڈی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ غیراحمدیوں کا جو آدمی بھی آتا احمدی اُسے پکڑ کر اپنی طرف رکھ لیتے۔ اِس طرح یکے بعد دیگرے اُن کا ایک ایک آدمی مرتا چلا گیا یہاں تک کہ صرف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رہ گئے۔ آخر میں نے دیکھا کہ اُس طرف جدھر اب مدرسہ احمدیہ ہے رُخ کر کے اور دیوار کے ساتھ منہ لگا کر ایک پہلو پر ٹیڑھے ہو کر انہوں نے چلنا شروع کیا اور وہ لکیر جو دونوں پارٹیوں کے درمیان حدِّ فاصل کے طور پر حائل تھی اُس طرف بڑھنے لگے۔ جب وہ اُس لکیر کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے "ہُن سارے لوگ آ گئے ہین تے میں بھی آجاناں ایں"۔ یعنی جب سارے آ گئے تو میں بھی آ جاتا ہوں اور یہ کہہ کر وہ بھی ہماری طرف آ گئے۔

اِس طرح تو سب لوگ اس سلسلہ میں آ جائیں گے بلکہ وہ لوگ بھی آ جائیں گے جو اِس وقت مخالف ہیں۔ لیکن برکت والا وہ ہے جو مصیبت کے وقت میں آگے آئے اور پھر اس کے ذریعہ دوسرے لوگ جماعت میں شامل ہوں۔ خداتعالیٰ ایسے شخص کو ہی اپنا بہادر سپاہی سمجھتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اُس وقت پیش کیا جب دینی خدمت کے ساتھ کوئی مادی امید وابستہ نہیں تھی۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ وہ دن بھی آئیں گے جب خدمتِ دین کے ساتھ مادی مفاد بھی وابستہ ہوں گے لیکن مبارک ہے وہ جو اُس دن سے پہلے آتا اور اُن لوگوں میں شامل ہوتا ہے جو پہلی رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مجھے آج قبول کرتا ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جس نے

پہلی رات کا چاند دیکھا ورنہ جب میں بدر بن گیا تو پھر وہ لوگ بھی ایمان لے آئیں گے جو اِس وقت مخالف ہیں مگر اُس وقت ان کا ایمان لانا قابلِ فخر نہیں ہو گا۔ قابلِ فخر وہی ہے جو پہلی رات کے چاند کو دیکھتا اور لوگوں کے لیے راہنمائی کا باعث بنتا ہے"۔

(الفضل 18 فروری 1956ء)

---

1 : تذکرہ صفحہ 50 ایڈیشن چہارم

2 : اشتہا: بھوک (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

3 : بخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر

4 : نافے: مشک کی تھیلیاں۔ مفرد نافہ (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)